شیخ الحدیث مولانا سرفراز خان صفدر

جماعتی زندگی کا مفہوم اور اس کی اہمیت

بلا شک وشبہ مذہب اسلام نے جماعتی زندگی پر بڑا زور دیا ہے اور جماعتی زندگی کے ترک کو اسلامی زندگی کے ترک سے تعبیر کیا ہے جس کا نتیجہ سوائے خسران اور عذاب جہنم کے اور کیا ہوسکتا ہے؟ (معاذ اللہ) اور حدیث 'من شذ شذ فی النار' (ترمذی، ۲/۲۹ ومشکوٰۃ ۱/۳۰) کا یہی مطلب ہے اور دوسری حدیث میں واشگاف الفاظ میں رسول برحق حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا ہے کہ:

فانه ليس احد يفارق الجماعة شبرا فيموت الا مات ميتة جاهلية (متفق علیہ)

''جو شخص بھی جماعت سے ایک بالشت بھر الگ ہوا اور اسی حالت میں اس کی وفات ہوگئی تو اس کی موت جاہلیت کی موت ہوگی۔''

اور ظاہر ہے کہ ایسی زندگی اسلامی زندگی کے سراسر مخالف ہے، کیونکہ اسلامی زندگی کی روح ہی یہ ہے کہ مومن کی حیات وموت، اس کی عبادت اور عمل صرف اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور رضا جوئی کے لیے ہو اور بس۔ اس کا جو قدم بھی اٹھتا ہو، اپنے ذوالمنن کے شوق دیدار کے لیے اٹھے، اور اس کے لبوں سے جب بھی کوئی بات نکلے تو صرف حق تعالیٰ کی فرمانبرداری کے لیے۔ اور کیوں نہ ہو، اس کو تو سبق ہی یہ ملا ہے: 'قل ان صلاتي ونسكي ومحياي ومماتي لله رب العلمين'۔

یہ بات ہمیشہ پیش نظر رہے کہ اسلام کی نگاہ میں جماعتی زندگی کا معنی اور مطلب کیا ہے اور اسلام جماعتی زندگی کس زندگی کو کہتا ہے؟ اسلامی تعلیم کی رو سے جماعتی زندگی یہ نہیں کہ باہم مل کر تفریح طبع کے لیے کوئی کلب بنالیا جائے اور فرصت کے اوقات میں وہاں جمع ہو کر خوش گپیاں ہانکی جائیں اور دل کی امنگیں نکالی جائیں یا اتفاق کر کے کوئی اکھاڑا اور ورزش گاہ تجویز کر لی جائے جہاں صبح وشام اکٹھے ہو کر ورزش کی جائے یا کشتی لڑی جائے یا اصلاحی نام پر کوئی ادارہ یا انجمن بنالی جائے اور صلاح مشورہ سے اپنے مزعومہ اور مفروضہ دنیوی اغراض ومقاصد کو بروئے کار لایا جائے، یا کوئی کمیٹی ترتیب دی جائے جس کے ذریعے ووٹوں کی دنیا میں اپنے مقصد پنہاں کو عملی جامہ پہنایا جائے، یا قرآن وسنت اور فقہ اسلامی سے مستغنی ہو کر اپنے خود تراشیدہ اور خانہ ساز اصول کے تحت کوئی سوسائٹی وضع اور اختراع کر لی جائے جس میں ملکی، قومی، سیاسی، اقتصادی، معاشی، اور معاشرتی مفاد کو انجام دینے کی سعی اور کوشش کی جائے یا اسی قسم کی کوئی اور اجتماعی صورت اختیار کر لی جائے جس

میں زندگی کے لائحہ عمل پر غور وخوض کیا جائے۔ اگر چہ ان تمام صورتوں میں نظر بہ ظاہر اجتماعی زندگی تو موجود ہے لیکن اسلامی نقطہ ہائے نظر سے یہ اس اجتماعی زندگی کی مصداق ہرگز نہیں جو اسلام کو مقصود ومطلوب ہے بلکہ اسلام یہ چاہتا ہے کہ امت مسلمہ کی یک جہتی واجتماع، اس کا اتفاق واتحاد، اور اس کا نظم وضبط محض خدا تعالیٰ کی رضا جوئی اور اس کی خوشنودی کے لیے ہو، اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کی پیروی کے لیے ہو، قرآن وحدیث کی سربلندی کے لیے ہو، خلافت راشدہ کے قیام اور اس کی بقا کے لیے ہو، سلف صالحین کے بہترین طرز زندگی کے احیا کے لیے ہو، اور ملت کے ایک ایک فرد کی کوشش وکاوش، سعی وعمل، تپش وخلش اور سوز وگداز جوان کے قلب عشق آمیز کی گہرائیوں سے ابھر کر لب آتش نوا تک آ پہنچا ہو اور جس کی بدولت جذب واثر کی دنیا رقص کرتی دکھائی دے، صرف اور صرف اطاعت خدا اور اطاعت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ہو، کتاب وسنت کے لیے ہو، اسلام کی رفعت اور کامیابی کے لیے ہو۔

جس وقت اور جس قدر یہ آرزو بلند اور پاکیزہ تھی، اس وقت یہ امت مسلمہ اور اس کا ایک ایک فرد بہمہ تن رضائے خداوندی، پیروی رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور تبلیغ اسلام میں منہمک تھا، مگر ان کی تبلیغ وسعی محض زبان کی شرینی اور قلم کی روشنائی ہی کی رہین منت نہ تھی بلکہ اس میں خون جگر کی سرخی اور دل کی سوزش بھی شامل تھی۔ وہ باوجود اختلاف استعداد کے اسلام کے صاف وشفاف چشمہ سے مستفید ہو کر سب عالم کو منور کرنے کے درپے تھے۔ ایک بجلی تھی جو سب میں کوندرہی تھی، ایک بے قرار روح تھی جو سب میں تڑپ رہی تھی، سیماب کی طرح نہ ٹھہرنے والا دل تھا جس نے سب کو بے قرار کر دیا تھا۔ وہ بے سروسامان تھے مگر منظّم حکومتیں ان سے لرزتی تھیں، تاج وتخت کے مالک ان سے تھراتے تھے۔ وہ تھوڑے تھے مگر غالب ومنصور تھے۔ وہ پیدل تھے مگر برق رفتار تھے۔ وہ بعض دفعہ اکیلے ہوتے مگر ہزاروں پر بھاری رہتے تھے۔ نور توحید کا جذبہ، مخلوق خدا کی ہدایت اور اصلاح کا ولولہ اور کائنات کی رہنمائی کی فکر ہر ایک قلب میں پیوستہ تھی جس کے سبب خدا تعالیٰ کے نام کی سربلندی، اطاعت رسول کا جذبہ، مخلوق کی صحیح ہمدردی اور ہر کام میں خدا تعالیٰ کی رضا طلبی کا جوش ان میں کام کر رہا تھا۔ وہ جو کچھ بھی تھے، جہاں بھی تھے اور جیسا کچھ بھی کیا کرتے تھے، ان کے ہر کام سے مقصود اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اور دنیا کی درستی تھی اور بس۔ ان کی دوستی اور مودت بھی محض خدا تعالیٰ کے لیے ہوتی تھی اور ان کی عداوت ودشمنی بھی صرف خدا کے لیے ہوتی تھی۔ وہ الحب فی اللہ والبغض فی اللہ کا مجسم پیکر تھے۔ ان کی یہ صفت تھی کہ:

 رہ حق میں تھی دوڑ اور بھاگ ان کی — فقط حق پہ تھی جس سے تھی لاگ ان کی
بھڑکتی نہ تھی خود بخود آگ ان کی — شریعت کے قبضے میں تھی باگ ان کی
جہاں کردیا نرم نرما گئے وہ — جہاں کردیا گرم گرما گئے وہ
کفایت جہاں چاہیے واں کفایت — سخاوت جہاں چاہیے واں سخاوت
جچی اور تلی دشمنی اور محبت — نہ بے وجہ الفت، نہ بے وجہ نفرت
جھکا حق سے جو جھک گئے اس سے وہ بھی — رکا حق سے جو رک گئے اس سے وہ بھی

اسلام میں جس اتفاق واتحاد اور جماعتی زندگی کو ملحوظ رکھا گیا ہے، وہ اللہ تعالیٰ نے اس طرح بیان فرمائی ہے:

واعتصموا بحبل الله جميعا ولا تفرقوا (آل عمران:۳:۱۰۳)

''اورتم اللہ تعالیٰ کی رسی کومضبوط پکڑ واور آپس میں پھوٹ نہ ڈالو۔''

یعنی اللہ تعالیٰ کی اس مضبوط اور متین رسی کو جو قرآن مجید اور دین قیم کے نام سے موسوم ہے، پوری قوت اور طاقت کے ساتھ پکڑو۔ یہ عروہ وثقیٰ اور محکم رسی ٹوٹ تو سکتی نہیں، لا انفصام لہا، ہاں حرماں نصیبوں کے ہاتھوں سے چھوٹ سکتی ہے۔ اگر مسلمان سب مل کر اجتماعی قوت اور امکانی طاقت سے اس کو پکڑ لیں گے تو کبھی کسی باطل اور طاغوتی طاقت سے بفضلہٖ تعالیٰ ان کو کوئی گزند اور تکلیف نہیں پہنچے گی اور نہ کوئی شیطان صفت اپنی شیطنت اور شرانگیزی میں کبھی کامیاب ہو سکے گا اور انفرادی زندگی صالح ہونے کے علاوہ امت مسلمہ کی اجتماعی اور قومی قوت بھی بڑی مضبوط اور ناقابل اختلال ہو جائے گی اور قرآن وسنت سے تمسک کرنے کی برکت سے تمام بکھری ہوئی قوتیں جمع ہو جائیں گی اور مردہ قوموں کو ابدی زندگی اور حیات تازہ حاصل ہوگی۔ آہستہ آہستہ جو اس کیف سے معمور اور شراب حق کے نشہ سے مخمور ہوگا، اس کے دل سے اسلام کی اجنبیت دور اور بے گانگی کافور ہو جائے گی۔ صدائے حق کی کشش اور نوائے صدق کی سریلی بانسری ضرور منیب دلوں پر اثر کرے گی۔ کان والے اسے سنیں گے اور جو سنیں گے سر دھنیں گے۔ اسلام کی رفعت اور سربلندی کے لیے وہ اپنے ہاتھوں میں ہتھ کڑیاں پہن کر اور اپنے پاؤں میں زنجیروں کے بوجھل حلقے ڈال کر اور اپنے نرم ونازک جسم کو چور چور کروا کر بلکہ اکثر اوقات دار ورسن کے نیچے کھڑے ہو کر بھی وہ ایسی لذت محسوس کرتے ہیں جو شاہ ہفت اقلیم کو سلطنت کا سنہری تاج پہن کر بھی کبھی حاصل نہیں ہو سکتی، کیونکہ وہ اپنی بقا کا راز ہی اسی میں سمجھتے ہیں کہ:

فنا فی اللہ کی تہہ میں بقا کا راز مضمر ہے
جسے جینا نہیں آتا، اسے مرنا نہیں آتا

(تبلیغ الاسلام، حصہ اول، ص ۳۳ تا ۳۷)

جامعہ حفصہ کا سانحہ

حالات وواقعات اور اثرات ونتائج کا ایک جائزہ

ازقلم: ابوعمار زاہد الراشدی

صفحات: ۸۰

[۲۵ روپے کے ڈاک ٹکٹ بھیج کر طلب کریں]

ناشر: الشریعہ اکادمی (پوسٹ بکس ۳۳۱) گوجرانوالہ